Diploma Programme
Programme du diplôme
Programa del Diploma

Urdu A: literature – Higher level – Paper 1
Ourdou A : littérature – Niveau supérieur – Épreuve 1
Urdu A: literatura – Nivel superior – Prueba 1

Friday 8 May 2015 (afternoon)
Vendredi 8 mai 2015 (après-midi)
Viernes 8 de mayo de 2015 (tarde)

2 hours / 2 heures / 2 horas

Instructions to candidates

- Do not open this examination paper until instructed to do so.
- Write a literary commentary on one passage only.
- The maximum mark for this examination paper is **[20 marks]**.

Instructions destinées aux candidats

- N’ouvrez pas cette épreuve avant d’y être autorisé(e).
- Rédigez un commentaire littéraire sur un seul des passages.
- Le nombre maximum de points pour cette épreuve d’examen est de **[20 points]**.

Instrucciones para los alumnos

- No abra esta prueba hasta que se lo autoricen.
- Escriba un comentario literario sobre un solo pasaje.
- La puntuación máxima para esta prueba de examen es **[20 puntos]**.

2215 – 0217

© International Baccalaureate Organization 2015

International Baccalaureate
Baccalauréat International
Bachillerato Internacional

ذیل میں سے کسی **ایک** اقتباس پر ادبی تبصرہ کیجیے۔

.1

جسونت سنگھ اپنی بیوی کو چھوڑ کر دوڑ کے آگیا ہے کہ بھاپے کو کیا ہو گیا ہے۔ جب سے وہ ٹیکسی چلانا چھوڑ کر گھر بیٹھ گیا ہے آپ ہی آپ کبھی ہنسنے لگتا ہے اور کبھی رونے۔ اس نے اپنے باپ کو مشورہ دیا ہے کہ ڈرائیور کے ساتھ وہ بھی ٹیکسی میں چلا جایا کرے نہیں تو اکیلے بیٹھ بیٹھ کر پاگل ہو جائے گا۔ لوبھ سنگھ نے سدا کے مانند اپنے بیٹے کو سمجھایا ہے۔ میری اتنی ہی فکر ہے تو جلدی سے مجھے پوتا کیوں نہیں لا دیتے۔

"تم سچ مچ پاگل ہو گئے ہو بھاپے۔" اس نے اپنے باپ سے پوچھا ہے کہ پوتے کیا بازاروں میں بکتے ہیں جو آدمی ٹیکسی میں بیٹھ کر انہیں جھٹ پٹ خرید لائے۔ پوتوں کے لیے محنت کرنا پڑتی ہے۔

"تے پھیر محنت کر، پترا۔"

پہلو کے کمرے میں جسونت کی بیوی دبے دبے ہنستی ہے اور جسونت بھی مسکرا مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے واپس چلا گیا ہے۔

لوبھ سنگھ کو فضل دین کی کسی چٹھی کا خیال آگیا ہے جس میں اس نے لکھا تھا کہ اس کے کل ملا کر پندرہ پوتے اور دوہتے ہیں اور پانچ پوتیاں اور دوہتیاں، میرا ہیڈ ماسٹر شیر ایک سے بیس ہو چکا ہے۔ اگر وہ کہیں آس پاس ہوتا تو وہ دو ایک کو ان کی پیدائش پر ہی مانگ کر اپنے گھر لے آتا اور انہیں اپنے ہاتھوں سے نہلا دھلا کر ان کی کنگھی پٹی کیا کرتا۔ نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنا فضل دینا میری نہ مانتا؟ نہ مانتا تو میں انہیں زبردستی لے آتا۔ وہ تیرے ہیں فضل دینے، تو میرے نہیں؟ اپنی کتاب دھیان سے پڑھ، ہیڈ ماسٹرا۔ اس میں صاف حکم دیا گیا ہے کہ سارے یاروں متروں کے ساتھ بانٹ کر کھاؤ۔ کڑاہ پرشاد ساری سنگت کے لیے ہوتا ہے پر اس کا اللہ اسے شاد گام رکھے اور میرا واہگرو مجھے۔ وہ بھلا میرا کہا کیوں ٹالتا؟

لوبھ سنگھ نے اپنے لوبھ اور لالسا سے بے قابو ہو کر اپنی ٹیکسی کو فضل دین کے گھر کے سامنے جا کھڑا کیا ہے اور ہارن کی پوں پوں سے اس کے سارے پوتے پوتیاں اور دوہتے دوہتیوں کو اکٹھا کر کے گاڑی میں لاد کر دلی اڑا لایا ہے--- یہ دیکھو قطب صاحب کی لاٹ!--- یہ لاٹ صاحب کا دفتر!--- یہ لال قلعہ!--- ہاں بھائی سبھوں کو ایک ایک قلفی دے دو--- کھاؤ پترو، ادھر کی قلفی کا قاف قینچی والا ہے۔ گلا صاف کر دیتی ہے--- ہہ ہا ہہ---اری شبو!--- وہاں کہاں جا رہی ہو؟ ادھر آؤ یہاں سے پیدل چاندنی چوک چلیں گے--- آؤ!--- بچ کے--- دھیان سے--- لوبھ سنگھ بیٹھے بیٹھے بچوں کو گھما گھما کر تھک گیا ہے اور خوشی سے ہانپتے ہوئے پھر یہاں اپنے کمرے میں آن پڑا ہے۔

یہاں خریت ہے---

ہاں، خریت ہی خریت تو ہے!

کھ--- کھی کھی! ---ہہ ہا ---!

اسے پہلو کے کمرے سے اپنے بیٹے اور بہو کی گتھم گتھا ہنسی سنائی دی ہے اور اس نے بڑے سنتو کھ سے اپنے آپ سے سوال کیا ہے، اور کیسے خریت ہوتی ہے۔۔۔؟ میں نے تو سات آٹھ برس پہلے اس وقت بھی فضل دینے کو خریت ہی کی خبر دی تھی جب سارا کھیل چوپٹ ہو کر رہ گیا تھا۔ میرے بڑے بیٹے جسوندر سنگھ کو ٹیکسی کے حادثے میں پرلوک سدھارے پورا ایک ماس بھی نہ گزرا تھا۔ اس بار تو میں ایسا بے گھر ہوا تھا کہ دل و دماغ میں بھی رہنے کو جگہ نہ رہی تھی، مگر اتنی دور سے اپنے یار کو کوئی سکھ نہیں پہنچا سکتا تو اسے دکھی بھی کیوں کروں؟۔۔۔ یا پھر ایسی ویسی خبر پہنچائے بغیر کوئی چارہ ہی نہ رہے تو دکھ کی پٹاری کو دھیرے دھیرے کھولنا چاہیے تا کہ پہلے کالے ناگ کی صرف دم ہی نظر آئے۔

جسوندر سنگھ آپ ہی کے بیٹے کا نام ہے؟

ہاں، کیوں؟

کل وہی ٹیکسی لے کر آگرہ گیا تھا؟

کیوں، کیا ہوا؟

کل اس کی ٹیکسی ایک موٹر سائیکل سے ٹکرا گئی اور موٹر سائیکل والے نے حادثے پر ہی دم توڑ دیا۔

میرا بیٹا نردوش ہے جی۔ وہ بڑا ذمہ دار ڈرائیور ہے۔

ہاں، مگر اسی اثنا میں پیچھے سے اس کی ٹیکسی پر اک تیز رفتار ٹرک چڑھ آیا اور۔۔۔

اور اب کالے ناگ نے پھن پھیلا لیا مگر اتنی دیر میں لوبھ سنگھ کی ہمت بھی تن چکی تھی۔

حادثے کے ہفتہ بھر بعد ہی جسوندر سنگھ کی شادی ہونے والی تھی۔ لوبھ سنگھ نے ٹیکسی ڈرائیوروں کی یونین کی مقامی شاخ کے ہر رکن کو شرکت کی دعوت دے رکھی تھی۔ پبلک ٹرانسپورٹ کے کمشنر صاحب نے اپنی کرسی سے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملا یا تھا اور اسے یقین دلایا تھا کہ وہ اس کے بیٹے کی شادی میں شریک ہوں گے۔ گھر میں پہلی شادی تھی اور اس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ خوب دھوم دھام سے ہو گی اور اس دن وہ شراب کے دو گھونٹ بھی پی لے گا جسے اس نے ایک بار چھوڑ کر کبھی نہ چھونے کی قسم کھا رکھی تھی۔۔۔

جوگندر پال، فاختائیں، (۱۹۹۹)

.2

دیارِ شرق کی آبادیوں کے اونچے ٹیلوں پر
کبھی آموں کے باغوں میں کبھی کھیتوں کی مینڈوں پر
کبھی جھیلوں کے پانی میں کبھی بستی کی گلیوں میں
کبھی کچھ نیم عریاں کم سنوں کی رنگ رلیوں میں
سحر دم جھٹپٹے کے وقت راتوں کے اندھیرے میں
کبھی میلوں میں، ناٹک ٹولیوں میں، ان کے ڈیرے میں
تعاقب میں کبھی گم، تتلیوں کے سونی راہوں میں
کبھی ننھے پرندوں کی نہفتہ خواب گاہوں میں
برہنہ پاؤں جلتی ریت یخ بستہ ہواؤں میں
گریزاں بستیوں سے، مدرسوں سے، خانقاہوں سے
کبھی ہم سن حسینوں میں بہت خوش کام و دل رفتہ
کبھی پیچاں بگولہ ساں، کبھی جوں چشمِ خوں بستہ
ہوا میں تیرتا خوابوں میں بادل کی طرح اڑتا
پرندوں کی طرح شاخوں میں چھپ کر جھولتا، مڑتا
مجھےاک لڑکا، آوارہ منش، آزاد سیلانی
مجھے اک لڑکا، جیسے تند چشموں کا، رواں پانی
نظر آتا ہے، یوں لگتا ہے، جیسے یہ بلائے جاں
میرا ہمزاد ہے، ہر گام پر، ہر موڑ پر جولاں
اسے ہمراہ پاتا ہوں، یہ سائے کی طرح میرا
تعاقب کر رہا ہے، جیسے میں مفرور ملزم ہوں
یہ مجھ سے پوچھتا ہے اختر الایمان تم ہی ہو؟
معیشت دوسروں کے ہاتھ میں ہے میرے قبضے میں
جز اک ذہنِ رسا کچھ بھی نہیں پھر بھی مگر مجھ کو
خروشِ عمر کے اتمام تک اک بار اُٹھانا ہے
عناصر منتشر ہو جانے نبضیں ڈوب جانے تک
نوائے صبح ہو یا نالۂ شب کچھ بھی گانا ہے
ظفر مندوں کے آگے رزق کی تحصیل کی خاطر
کبھی اپنا ہی نغمہ ان کا کہہ کر مسکرانا ہے
وہ خامہ سوزی شب بیداروں کا جو نتیجہ ہو

اسے اک کھوٹے سکے کی طرح سب کو دکھانا ہے
کبھی جب سوچتا ہوں اپنے بارے میں تو کہتا ہوں
کہ تو اک آبلہ ہے جس کو آخر پھوٹ جانا ہے
غرض گرداں ہوں بادِ صبح گاہی کی طرح، لیکن
سحر کی آرزو میں شب کا دامن تھامتا ہوں جب
یہ لڑکا پوچھتا ہے اخترالایمان تم ہی ہو؟
یہ لڑکا پوچھتا ہے جب تو میں جھلا کے کہتا ہوں
وہ آشفتہ مزاج، اندوہ پرور، اضطراب آسا
جسے تم پوچھتے رہتے ہو کب کا مر چکا ظالم
اسے خود اپنے ہاتھوں سے کفن دے کر فریبوں کا
اسی کی آرزوؤں کی لحد میں پھینک آیا ہوں!
میں اس لڑکے سے کہتا ہوں وہ شعلہ مر چکا جس نے
کبھی چاہا تھا اک خاشاکِ عالم پھونک ڈالے گا
یہ لڑکا مسکراتا ہے، یہ آہستہ سے کہتا ہے
یہ کذب و افترا ہے، جھوٹ ہے دیکھو میں زندہ ہوں

اختر الایمان، ایک لڑکا، (۲۰۰۳)